حضرت مولانا و شیخ الحدیث

یعقوب سارودی صاحب دامت برکاتہم

دار العلوم عربیۃ اسلامیہ، محمود نگر کنتھاریہ، ضلع: بھروچ

سن افتتاح: ۱۳۸۹ھ مطابق ۱۹۶۹ء

اسم گرامی

آپ کا اسم گرامی یعقوب بن ابراہیم ہے۔

تاریخ ولادت

آپ کی پیدائش ۲۹ شعبان المعظم ۱۳۵۶ھ مطابق ۳/نومبر ۱۹۳۷ء میں ضلع بھروچ کے ایک گاؤں سارود میں بروز چہارشنبہ ہوئی۔

ابتدائی تعلیم

آپ کے والد نے آپ کو ۴ سال کی عمر میں ممبئی بھیج دیا، اور آپ نے ابتدائی پرائمری اور انگلش میڈیم ممبئی میں کیا، ۱۰ سال کی عمر میں آپ ممبئی سے اپنے وطن سارود آ گئے؛ مگر یہاں کی گجراتی تعلیم موافق نہ ہونے کی وجہ سے آپ نے اس کو ترک کر دیا، ۱۲ / ۱۳ سال کی عمر میں اپنے والد صاحب کی کھیتی باڑی میں اعانت کرنے لگے، اس زمانہ میں مولانا غلام کبریائی جو قاری رشید احمد اجمیری شیخ الحدیث دار العلوم اشرفیہ کے نانا تھے، انہوں نے آپ کی شرافت ونجابت کو تاڑ لیا تھا تو آپ کے والد صاحب سے کہا کہ یہ لڑکا میرے حوالہ کر دو، آپ کے والد صاحب نے کہا کہ آپ اس لڑکے کو جو چاہے حکم دے، مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔

درسِ نظامی کی تعلیم وتکمیل

پھر مولانا غلام کبریائی صاحب رحمہ اللہ آپ کو لے کر ۱۹۴۹ء میں دار العلوم اشرفیہ آئے، اور فارسی اول میں آپ کا داخلہ کرا دیا؛ مگر آپ نے مدرسہ کی ابتدائی تعلیم بھی مکمل نہیں کی تھی، اور فارسی اول میں آپ کو چھ ماہ تک کچھ پلے نہ پڑا تو مہتمم صاحب نے آپ کو اردو میں داخلہ دیا، پھر دوسرے سال دوبارہ فارسی اول پڑھا، اور اس فارسی اول کے سال بقول خود آپ کا دل پڑھائی میں نہیں لگتا تھا؛ مگر مولانا غلام کبریائی صاحب رحمہ اللہ جو دار العلوم اشرفیہ کے ماضی مدرس بھی رہ چکے تھے، آپ کا دل بہلانے کے لیے بعض مرتبہ ہفتہ ہفتہ بھر دار العلوم اشرفیہ میں قیام بھی فرماتے، پھر عربی اول میں آئے، عربی اول میں بھی تھوڑی بہت کمزوری رہ گئی تھی؛ مگر امتحان میں اول نمبر لائے، اس کا پر لطف واقعہ یہ ہے کہ عربی اول کا امتحان صاحب مفسر قرآن مولانا عبد الرحیم صادق صاحب رحمہ اللہ کے متعلق ہوا، اگلے دن سے آپ کو فکر ہوئی کہ امتحان میں کیا جواب دونگا؟ اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی، اور ایک بات دل میں ڈالی، وہ یہ کہ عشاء کی نماز کے بعد مؤذن صاحب سے ملے، اور ان کو کہا کہ آج رات مجھے مسجد میں اعتکاف کرنا ہے، آپ باہر سے تالہ لگا کر مسجد بند کر دو، مؤذن صاحب تیار ہو گئے، بس رات بھر دعاء ومناجات میں گزار دی، اور ایک ہی دعاء مانگتے رہے، یا ربی میں نے بہت زیادہ محنت تو نہیں کی ہے مگر تو اپنی

قدرت کاملہ سے مجھے اس امتحان میں اول نمبر سے کامیاب کردے، پوری رات ایک منٹ بھی سوئے نہیں، حالانکہ صبح میں امتحان دینا تھا؛ مگر اس کی فکر چھوڑ کر پہلے نمبر کا سوال فرمایا، صبح میں امتحان دیا، آپ امتحانی ترتیب کے مطابق نمبر ۷ پر بیٹھے تھے، مولانا عبدالرحیم صادق صاحب رحمہ اللہ نے جو بھی سوال کیے، آپ نے صحیح جوابات دیے، اور جب امتحان ختم ہوا تو مولانا عبدالرحیم صادق صاحب رحمہ اللہ نے آپ کا اول نمبر ظاہر کیا، اور درسگاہ سے نکل کر آفس میں تشریف لے گئے، جو طلبہ اول دوم نمبر پر بیٹھے تھے ان کو اشکال ہوا کہ جواب تو ہمارا بھی صحیح تھا، اور یہ نمبر ۷ پر بیٹھے ہیں، ان کے جوابات کیسے صحیح ہوسکتے ہیں؟ اس کے بعد ۳ / ۴ طلبہ آفس میں مہتمم صاحب کے پاس حاضر ہوئے، اور شکایت کی کہ ہم تو اول دوم نمبر بیٹھے تھے، اور یعقوب کا تو ایک بھی جواب صحیح نہیں تھا؛ پھر ممتحن صاحب نے یعقوب کو اول نمبر کیسے دے دیا؟ مہتمم صاحب نے مولانا عبدالرحیم صادق صاحب رحمہ اللہ کے سامنے اُن طلبہ کی شکایت کا ذکر کیا، اور ان طلبہ کو بھی وہیں سامنے بٹھایا؛ تاکہ ان کو اطمینان ہوجاوے، مولانا عبدالرحیم صادق صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: یعقوب کے سوا کسی کا جواب صحیح نہ تھا، سارے جوابات یعقوب کے صحیح تھے، اس کے علاوہ کسی نے بھی میرے سوال کا صحیح جواب نہیں دیا، اور مولانا عبدالرحیم صادق صاحب رحمہ اللہ نے ان طلبہ کو یہ بھی فرمایا کہ تم میں سے کسی کا جواب صحیح نہیں، اول نمبر کا استحقاق اسی نمبر ہفتم والے ہی طالب علم کا ہے، تم کو تو میں نے یوں ہی پاس کردیا، وہ طلبہ اپنا سامنہ لے کر شرمندہ ہوکر آفس سے باہر آئے۔

درجۂ عربی اول ختم ہوتے ہی آپ کا نکاح گاؤں کے ایک رئیس خاندان میں طے ہوگیا، آپ کا نکاح پُر بہار اور بارونق تھا، مولانا غلام کبریائی صاحب رحمہ اللہ، مولانا اجمیری صاحب رحمہ اللہ، مولانا عبدالغنی کاوی صاحب رحمہ اللہ وغیرہم جو دارالعلوم اشرفیہ کے شیوخ کہے جاتے تھے، آپ کے نکاح میں شریک تھے، نکاح سے پہلے شیخ اجمیری صاحب رحمہ اللہ نے وعظ فرمایا، اور خطبۂ نکاح مولانا غلام کبریائی صاحب رحمہ اللہ نے پڑھا، جو برجستہ عربی اشعار اور احادیث وقرآن کی آیات سے مملو خطبہ تھا، بوقت نکاح آپ کی عمر ۱۶ سال تھی، پھر آگے کی تعلیم کے بارے میں شک وشبہ میں پڑ گئے، اور اپنے والد صاحب سے کہا کہ میں آگے پڑھنے کا ارادہ نہیں رکھتا ہوں، اور مجھے کتابوں میں بہت سمجھ بھی نہیں پڑتی ہے، اور سرسری طور پر پڑھ لینا بھی ٹھیک نہیں، اور عربی اول کی ایک کتاب بھی مجھے یاد نہیں ہے، الغرض اس طرح کے مختلف اعذار پیش کر کے والد صاحب کا ذہن بنایا، اور ان کی تشکیل کی؛ تاکہ آپ کو مدرسہ بھیجنے پر اصرار نہ کریں، الغرض آپ کے والد صاحب رحمہ اللہ نے کوئی جواب نہیں دیا، کچھ دنوں کے بعد شیخ اجمیری صاحب رحمہ اللہ سارود تشریف لائے، تو آپ کے والد صاحب نے آپ کا عذر اور آئندہ تعلیم ختم کرنے کا فیصلہ شیخ اجمیری صاحب رحمہ اللہ کو سنایا، شیخ اجمیری صاحب رحمہ اللہ نے آپ کو بلایا، اور پوچھا کہ کیوں تو تعلیم کے بارے میں انکار کررہا ہے؟ آپ نے جو والد صاحب کو عذر بتائے تھے وہ دونوں عذر آپ نے پیش فرمائے، شیخ اجمیری رحمہ اللہ نے فرمایا شادی ہوجانا اس کا تعلیم کے ساتھ کوئی جوڑ نہیں ہے، لہٰذا تعلیم پوری کرنی ہے، آپ نے دوسرا عذر پیش کیا کہ مجھے عربی اول کی ایک کتاب بھی سمجھ میں نہیں آئی، اب آئندہ میں عربی دوم کی کتب کو کیسے سمجھوں گا؟ شیخ اجمیری صاحب رحمہ اللہ سمجھ گئے کہ یہ اتنا تو سمجھتا ہے کہ آپ کو وہ کتاب سمجھ میں نہیں آئی ہے، اس لیے اس کو سمجھانا آسان ہے، تو شیخ اجمیری صاحب رحمہ اللہ نے مکرر فرمایا کہ تجھے تعلیم جاری رکھنا ہے، رہا تیرا کتابوں کو نہ سمجھنے کا پروبلم وہ حل کردیا جائے گا، پھر آپ نے جب عربی دوم پڑھنا شروع کیا، تو بعض

کتابوں کا درس شیخ اجمیری صاحب رحمہ اللہ نے اپنے ذمہ لیا، جن میں شرح مأۃ عامل خاص طور پر شامل ہے، شیخ اجمیری صاحب رحمہ اللہ نے آپ کو آسان انداز میں پڑھایا، شیخ اجمیری صاحب رحمہ اللہ کے اسی طرز تدریس سے آپ کی طبیعت کتابوں کی طرف مائل ہونے لگی ؛ بلکہ عربی سوم، چہارم میں آپ نحو وصرف میں اتنی پختہ استعداد پیدا کر چکے تھے کہ مولانا احمد اشرف (مہتمم دار العلوم اشرفیہ) صاحب رحمہ اللہ نے یہ اعلان کر دیا تھا کہ جو طالب علم فارسی اول اور فارسی دوم میں رہتے ہوئے یعقوب سارودی سے عربی اول پڑھ لے، اور یعقوب اس کی گواہی دیدے تو اس کو عربی دوم کا داخلہ عربی اول پڑھے بغیر ہی مل جائے گا، اب آپ کی استعداد نکھرنے لگی تھی، عبارت فہمی، مشکل مقامات کو حل کرنا، کتاب سے مناسبت کے جوہر کھلنے لگے، شیخ اجمیری صاحب رحمہ اللہ کے طرز تدریس نے آپ کی خفیہ صلاحیت کو کھول دیا تھا؛ بلکہ اس میں یہاں تک ترقی فرما گئے کہ عربی چہارم اور عربی پنجم دونوں درجہ ایک ہی سال میں پڑھ لیے، دونوں درجوں کی موقوف علیہ کتابوں کے سبق میں حاضری دیتے، ہدایہ، حسامی، مختصر المعانی پنجم میں پڑھ لی، اور مقامات حریری، اور سفینہ کے درس کی حاضری چہارم میں دی، اور طرفۂ تماشہ یہ کہ دونوں درجوں کے امتحانات میں کل ۱۷ کتابیں ہوتی تھیں، مکمل ۱۷ کتب کا امتحان دیا، اور چہارم میں اول نمبر سے کامیابی حاصل کی، اور پنجم میں بھی اول نمبر لائے، تو مولانا عبدالغنی کاوی صاحب رحمہ اللہ نے آپ کو کہا کہ کسی ایک درجہ کا اول نمبر ترک کردے، تو آپ نے درجۂ عربی چہارم کا نمبر چھوڑ دیا، وہ نمبر پھر ایک دوسرے طالب علم کو دیا گیا، جو کاٹھیاواڑ کے تھے، پھر مشکوٰۃ میں آئے، آپ کی ذہانت وذکاوت عربی سوم سے شروع ہوگئی تھی، چنانچہ عربی سوم میں آپ قدوری پڑھتے تھے، اور ہدایہ ثانی وثالث والے یعنی پنجم اور ششم والے طلبہ کو تکرار کراتے تھے، عربی سوم وچہارم سے آپ کا فجر کی نماز کے بعد راندیر کے مشہور قبرستان گورغریباں جانے کا معمول طلبہ میں بھی مشہو تھا، درجۂ پنجم کے انعامی جلسہ میں بطور مہمان خصوصی مفتی عبدالرحیم لاج پوری صاحب رحمہ اللہ کو مدعو یا گیا، مفتی عبدالرحیم لاج پوری صاحب رحمہ اللہ کی تقریر کے بعد مہتمم مولانا احمد اشرف نے طلبہ کی روداد سناتے ہوئے کہا کہ ہمارے مدرسہ میں ایک طالب علم یعقوب سارودی نے اس ایک سال میں دو درجہ چہارم اور پنجم مکمل کیے، اور دونوں درجوں میں اُن کا ہی اول نمبر آیا ہے، اِس پر مفتی عبدالرحیم لاج پوری صاحب رحمہ اللہ نے آپ کو خصوصی مبارک بادی پیش کی، پھر دوسرے دن ٹیلرنگ کا امتحان راندیر کے دوسرے مشہور مدرسہ جامعہ حسینیہ میں تھا، تو آپ نے وہاں امتحان دے کر اول نمبر حاصل کیا، جامعہ حسینیہ میں بھی شام کو مفتی عبدالرحیم لاج پوری صاحب رحمہ اللہ کو دعوت دی گئی تا کہ طلبہ تعلیم وتعلم کے ساتھ صنائع ودستکاری میں بھی دل چسپی لیں، اناؤنسر نے اول نمبر کی کامیابی پر آپ کا نام لیا اور ۲۵ روپے انعام بھی دیا گیا، تب مفتی عبدالرحیم لاج پوری صاحب رحمہ اللہ نے آپ سے مزاحاً فرمایا تیرا نام یعقوب نہیں، بلکہ تیرا نام اول نمبر ہونا چاہیے، اور پھر جب آپ مشکوٰۃ یعنی عربی ششم میں آئے تو درجۂ مشکوٰۃ میں سراجی آپ کے پلّہ نہیں پڑتی تھی، تو آپ نے شیخ اجمیری صاحب رحمہ اللہ سے اس کی شکایت کی، تو شیخ اجمیری صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا چناروا ڑکی مسجد میں ایک مجذوب ہیں، ان کو ملیں وہ تم کو یہ فن پڑھا دیں گے، آپ اُن بزرگ کی خدمت میں گئے (جن کے اہل وعیال نہ تھے، اور وہ ہمیشہ مسجد میں ہی رہتے تھے، اور کبھی کسی سے سوال بھی نہ کرتے، لوگ خود ہی ان کو بزرگ سمجھ کر کھانے پینے کی چیزیں دے دیتے، بس کھالیا اور مسجد میں چلے آئے) اور اپنی درخواست رکھی، انہوں نے اولاً فرمایا میرے پاس وقت نہیں ہے، آپ نے کہا آپ تو ۲۴ گھنٹہ مسجد میں فارغ رہتے ہو، پھر کیسے

وقت نہیں؟ ان بزرگ نے فرمایا میرے مقررہ وقت پر حاضری دوتو میں پڑھا سکتا ہوں، آپ نے ان کی شرط منظور کرلی، تو ان بزرگ نے ایسی کڑی شرط لگائی کہ زندگی بھر آدمی بھول نہ سکے، انہوں نے فرمایا ظہر کی اذان سے آدھا گھنٹہ قبل آنا ضروری ہے، اسی وقت میں پڑھاؤں گا، چونکہ آپ وعدہ کرچکے تھے، اس لیے اب بدل نہیں سکتے تھے، حالانکہ آپ عموماً رات کو ساڑھے گیارہ بارہ بجے تک پڑھتے تھے، اُس کی تلافی کے لیے قیلولہ کا آرام نہایت ضروری تھا؛ مگر علم فرائض کو پڑھنے کے لیے یہ قربانی بھی قبول کرلی، اور چھ ماہ تک مسلسل اسی طرح روزانہ مدرسہ سے جاکر چناواڑ مسجد میں ان کے پاس یہ علم حاصل کیا، آپ نے ان کے پاس معین الفرائض پڑھی، وہ بزرگ کبھی بھی معین الفرائض کتاب نہ کھولتے، زبانی طور پر تقریر فرماتے، سبقاً سبقاً اس طرح آگے بڑھتے چلے گئے حتی کہ آپ کے استاذ مولانا عبدالغنی کاوی صاحب رحمہ اللہ نے سراجی پڑھاتے ہوئے کلاس میں اعلان کردیا تھا کہ یعقوب کے جواب سے اپنا جواب ملالو، جس کا جواب آپ کے جواب کے مطابق ہوگا، اس کا جواب صحیح ہے، ورنہ غلط، لہٰذا طلبہ اپنے جوابات کی نقل آپ کو بتاکر تصویب کراتے تھے۔

حیرت انگیز واقعہ

چنانچہ اسی زمانہ میں ایک حیرت انگیز واقعہ یہ پیش آیا کہ مفتئ گجرات مفتی عبدالرحیم لاج پوری صاحب رحمہ اللہ کے پاس ایک میراث کا مسئلہ آیا، جب اس کو لکھ کر ورثاء پر سہام تقسیم کرنے لگے تو رؤساء پر یہ سہام منقسم نہ ہوتے، مفتی عبدالرحیم لاج پوری صاحب رحمہ اللہ نے یہ مسئلہ مولانا عبدالغنی کاوی صاحب رحمہ اللہ کو دکھایا، اُن سے بھی یہ مسئلہ حل نہ ہوا، یہاں تک کہ یہ دونوں حضرات رحمہما اللہ ایک ہفتہ تک عصر سے تا اذان مغرب بحث وتفحص کرتے رہے، مگر مسئلہ حل نہ ہوا، تب مفتی عبدالغنی کاوی صاحب رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ مسئلہ یہیں رہنے دو، میں آئندہ کل ایک طالب علم کو لے کر آؤنگا، اس کو دکھایئے شاید مسئلہ حل ہوجائے، اگلے دن مفتی عبدالغنی کاوی صاحب رحمہ اللہ آپ کو لے کر مفتی عبدالرحیم لاج پوری کے یہاں پہنچے، اور مولانا عبدالغنی کاوی صاحب رحمہ اللہ نے مفتی عبدالرحیم لاج پوری صاحب رحمہ اللہ سے فرمایا کہ وہ مسئلہ نکالیے، اور اس طالب علم کو دکھایئے، مفتی عبدالرحیم لاج پوری صاحب رحمہ اللہ نے وہ مسئلہ آپ کو دکھایا، آپ نے وہ مسئلہ دیکھا، ابھی آدھی منٹ بھی نہ ہوئی تھی کہ طریقۂ تقسیم کی غلطی پکڑلی، اور آپ نے کہا یہاں یہ غلطی ہے، اس لیے سہام رؤس پر برابر تقسیم نہیں ہوتے تھے، مفتی عبدالرحیم لاج پوری صاحب رحمہ اللہ بہت ہی خوش ہوئے، اور دعائیں دی، اور فرمایا بیٹا جانتے ہو؟ ہم دونوں ایک ہفتہ سے اس مسئلہ میں پریشان تھے، اُسی وقت سے مفتی عبدالرحیم لاج پوری صاحب رحمہ اللہ بھی آپ کو وقیع نگاہ سے دیکھنے لگے، دورۂ شریف میں شیخ اجمیری صاحب رحمہ اللہ نے بیضاوی شریف کا پاؤ پارہ درس دیا، پھر شیخ اجمیری صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا اسی طرز سے تجھے بیضاوی شریف دیکھنی ہے، اور کلاس میں سنانی ہے، آپ بیضاوی شریف حل کرنے کے لیے شیخ خواہر زادہ (جو مشہور حاشیہ ہے؛ بلکہ بیضاوی شریف کی طویل شرح ہے) کا مطالعہ کرکے کلاس میں حسب حال سنادیتے، اس طرح بیضاوی شریف کی سورۂ بقرہ پوری کی، شیخ اجمیری صاحب رحمہ اللہ خاموش رہتے، اگر کوئی نئی بات ہوتی تو شیخ اجمیری صاحب رحمہ اللہ بیان کردیتے، اس طرح آپ نے اس اہم تفسیر کو حل کرکے گویا اپنے استاذ کے سامنے پڑھا بھی دی، اور بخاری شریف شیخ اجمیری صاحب رحمہ اللہ سے پڑھ کر، آپ نے دارالعلوم اشرفیہ راندیر سے ۱۹۵۸ء میں فراغت حاصل کی، اور قاری طیب صاحب رحمہ اللہ نے آپ کی دستار فضیلت باندھی۔

دارالعلوم اشرفیہ میں تعلیم مکمل کرنے کے بعد شاید شیخ اجمیری صاحب رحمہ اللہ کے ایماء پر آپ دیوبند تشریف لے گئے، اور یہاں افریقہ کے طلبہ کی نگرانی کی خانگی نوکری کی، اور اس خانگی نوکری کے ساتھ ساتھ دارالعلوم دیوبند میں وقت کے بڑے اساطین علم وفضل سے مزید علم حدیث میں پختگی کے لیے سماع بھی کیا، اور یہاں تجوید قاری احمد اللہ صاحب رحمہ اللہ سے، اور ابوداؤد شریف مولانا فخرالحسن دیوبندی صاحب رحمہ اللہ سے، اور مسلم شریف علامہ ابراہیم بلیاوی صاحب رحمہ اللہ سے، اور بخاری شریف شیخ الہند کے شاگرد مولانا فخرالدین مرادآبادی صاحب رحمہ اللہ سے، اور افتاء میں الاشباہ والنظائر مفتی مہدی حسن شاہ جہاں پوری صاحب رحمہ اللہ سے، اور ہدایہ آخرین مولانا بشیر خاں برادر مولانا نصیر خاں صاحب رحمہ اللہ سے سماع کیا۔

اساتذۂ کرام

(۱) مولانا حکیم ابوالشفاء بلیاوی صاحب رحمہ اللہ (۲) مفتی عبدالغنی کاوی صاحب رحمہ اللہ (۳) شیخ اجمیری صاحب رحمہ اللہ، یہ تمام دارالعلوم اشرفیہ کے اساتذہ ہیں۔

(۴) قاری احمد اللہ صاحب رحمہ اللہ (۵) مولانا بشیر خاں صاحب رحمہ اللہ (۶) مولانا فخرالحسن دیوبندی صاحب رحمہ اللہ (۷) علامہ ابراہیم بلیاوی صاحب رحمہ اللہ سے (۸) مولانا فخرالدین صاحب رحمہ اللہ (۹) شیخ عبدالوہاب مصری صاحب رحمہ اللہ (۱۰) مفتی مہدی حسن شاہ جہاں پوری صاحب رحمہ اللہ، یہ تمام دارالعلوم دیوبند کے اساتذہ ہیں۔

تدریسی خدمات

فراغت کے بعد اولاً آپ کو اپنی مادر علمی دارالعلوم اشرفیہ کی جانب سے دعوت تدریس پیش کی گئی؛ مگر آپ نے کہا کہ میرے گاؤں میں مکتب کا کوئی خاص نظام نہیں ہے، صحت وتجوید کے ساتھ پڑھانے والا کوئی مدرس نہیں ہے، اس لیے میری اولین خدمت کا مستحق میرا وطن ہے، یہ منصب تدریس کی پیش کش کئی مرتبہ ہوئی، ؛مگر آپ انکار ہی کرتے رہے، ایک مرتبہ آپ نے مہتمم صاحب کے شدید اصرار پر مزاحاً انکار کرتے ہوئے یہ بھی عذر کیا کہ آپ مجھے مدرس ہونے کی ذمہ داری پر ماہانہ ۶۰ روپے دوں گے، اور میرے والد عربی پنجم سے میرا خرچ ۷۰ روپے ماہانہ دیتے ہیں، یعنی میرا ذاتی اور انفرادی خرچ ۶۰ سے متجاوز ہے، اور بیوی بچوں کے ساتھ یہ خرچ دوگنا ہو جائے گا، ایسی صورت میں میں یہاں ۶۰ روپے میں کیسے رہ سکتا ہوں؟ مہتمم صاحب نے آپ کا یہ جواب سن کر تنخواہ میں اضافہ بھی کردیا؛ مگر آپ تیار نہ ہوئے، نیز آپ کو گجرات کی مشہور دینی درسگاہ جامعہ ڈابھیل سے بھی تدریس کی دعوت دی گئی؛ مگر آپ وہاں بھی نہ گئے، اور شیخ اجمیری صاحب رحمہ اللہ بھی یہی چاہتے تھے کہ آپ سارود ہی میں رہیں، اس لیے اپنے استاذ محترم کے مشورہ کی خلاف ورزی کرنے کو ناپسند کرتے ہوئے آپ سارود ہی میں رہے، آپ نے سارود میں تقریباً ۸ سال پڑھایا، ایک سال پڑھاتے، اور دوسرے سال جماعت میں جاتے، یہ سفر پورے ہندوستان کے مختلف صوبہ جات میں ہوا تھا، پھر سارود پڑھایا، پھر چار ماہ کے لیے جماعت میں نکلے، اس طرح آپ نے تقریباً آٹھ سال مکمل کیے۔

آپ نے آٹھویں سال ۱۹۶۹ء میں سارود مکتب میں استعفاء دیا، اور پھر دعوت وتبلیغ کی محنت کے لیے فلسطین گئے۔

پھر آپ جب فلسطین سے جماعت میں سے آئے، تو ۱۹۷۰ء میں آپ کا تقرر دارالعلوم عربیہ اسلامیہ کنتھاریہ میں ہوا، اور جب آپ یہاں تشریف لائے تو درجہ عربی سوم تک کی تعلیم تھی، بہرحال آپ نے یہاں پڑھانا شروع کیا، پھر یہاں درجہ بہ درجہ بڑھتا گیا تو آپ اسی درجہ کے ساتھ ساتھ آگے تک بڑھتے رہے، اور آپ نے یہاں مختارات، ہدایہ مکمل، جلالین شریف، ابوداؤد شریف، مسلم شریف وغیرہ کتب پڑھائیں، اور پھر جب مولانا محی الدین بڑودوی صاحب جو مدرسۂ ہٰذا کے پہلے شیخ الحدیث تھے، وہ یہاں سے دوسرے مدرسہ میں مہتمم بن کر تشریف لے گئے تو ۱۹۸۲ء میں آپ کو مدرسۂ ہٰذا کا شیخ الحدیث نامزد کیا گیا، اور اس وقت سے لے کر تادم ایں تحریر آپ بخاری شریف کا درس دے رہے ہیں، اور آپ نے ۲۰۲۰ء میں چالیسویں مرتبہ بخاری شریف پڑھائی۔

بخاری کب سے پڑھا رہے ہیں؟

(۱) سب سے پہلے اس دارالعلوم عربیہ اسلامیہ کنتھاریہ میں بخاری شریف کی مسند شیخ الحدیث فائز ہونے والے شیخ محی الدین بڑودوی صاحب ہیں، پھر ان کے بعد دوسرے نمبر پر (۲) آپ ہیں، آپ کے ہی زمانہ میں بخاری شریف جلد ثانی (۳) مفتی اسماعیل بھڑکودروی رحمہ اللہ صاحب کو دی گئی، پھر جب مفتی صاحب رحمہ اللہ دارالقرآن جمبوسر شیخ الحدیث کی حیثیت سے تشریف لے گئے تو بخاری شریف جلد ثانی (۴) مولانا انور کاوی صاحب کو دی گئی، پھر آپ کی طبیعت وضعف کو دیکھتے ہوئے بخاری شریف جلد اول بھی مولانا انور کاوی صاحب کے حوالہ کر دی گئی سوائے جلد اول کے کچھ حصہ کے؛ اس لیے کہ آپ خود اس حصہ کا ضعف کے باوجود ابھی بھی درس دے رہے ہیں۔

اور جب آپ کے جلیل القدر استاذ شیخ محمد رضا اجمیری ۲۱ جمادی الاخریٰ ۱۴۱۵ھ مطابق ۲۵ نومبر ۱۹۹۴ء بروز جمعہ انتقال ہوا تو کچھ دنوں کے بعد مدرسہ دارالعلوم اشرفیہ راندیر کے مہتمم مولانا یعقوب اشرف صاحب رحمہ اللہ نے آپ سے درخواست کی کہ آپ اپنے استاذ محترم کے بخاری شریف کے باقی ماندہ جو اسباق ہیں، وہ آپ مکمل کرا دیں؛ تو آپ نے مہتمم صاحب رحمہ اللہ کے حکم پر اپنے شیخ کے جانشین بن کر بخاری شریف کے باقی اسباق مکمل کرائے، اور پھر سات سال تک آپ نے اپنے استاذ زادہ محترم قاری رشید اجمیری صاحب کے ساتھ مل کر بخاری شریف مختلف حصوں میں پڑھائی۔

اور جب ۲۰۰۷ء میں جامعہ حسینیہ راندیر کے شیخ الحدیث مفتی اسماعیل واڈی والا صاحب بیمار ہوئے، تو دارالعلوم اشرفیہ راندیر کے مہتمم اور جامعہ حسینیہ راندیر کے موجودہ مہتمم صاحب نے آپ کو اپنے گھر بلایا اور کہا کہ جس طرح آپ نے دارالعلوم اشرفیہ میں بخاری شریف کا درس دیا تھا تو آپ کو یہاں جامعہ حسینیہ میں بھی بخاری شریف کا درس دینا ہے، آپ نے معذرت کرتے ہوئے درس دینے سے انکار کر دیا۔

آپ تقریباً ۴۵ سال سے حدیث شریف کی درس وتدریس کی خدمت انجام دے رہے ہیں، اور سال رواں چالیسویں مرتبہ بخاری شریف پڑھائی ہے، فی الحال آپ اپنی عمر کے ۸۴ سال پورے کر رہے ہیں۔

طرز تدریس، وامتیازات وخصوصیات بخاری

نفس حدیث پر کلام، بامحاورہ ترجمہ، فقہی مباحث کوطول نہ دینا، معرکۃ الآراء مسئلہ پر سیر حاصل بحث کرنا، ہرامام کی دلیل کوپیش کرکے حنفی مسلک کوترجیح دینا۔

تصنیفات ومضامین

آپ کی تصانیف تین ہیں:

(۱) صبح وشام کے وظائف گجراتی: مطبوع

(۲) روزانہ ایک ہزار سنتوں پرعمل کیجیے گجراتی: مطبوع

(۳) تخریج معارف الحدیث اردو: غیر مطبوع

دعوۃ وتبلیغ کے اسفار

مصر میں

پھر ۱۹۶۴ء میں کاوی اجتماع ہوا، وہاں سے آپ سال بھر کے لیے عربی ممالک میں تشریف لے گئے، اور مصر، اردن، شام، بحرین، حرمین شریفین مختلف ممالک عربیہ میں آپ نے وقت لگایا، اس وقت آپ کی عمر ۲۷ سال تھی، ۱۳۸۵ھ مطابق ۱۹۶۵ء یکم جنوری سب سے پہلے جب آپ کی جماعت مصر پہنچی، تو وہاں کے لوگوں نے کہا کہ یہ ہندو ملک کے لوگ ایک اسلامی اور علمی ملک میں اسلام پھیلانے کے لیے کیسے چلے آئے؟ تو آپ نے ان کو اطمینان دلایا اور جواب دیا کہ ہم تمہارے ملک میں اسلام پھیلانے کے لیے نہیں آئے؛ بلکہ تمہارے ملک کے علماء کو یہ کہنے کے لیے آئے ہیں کہ جب تمہارے پاس قرآن وحدیث کا اتنا گہرا اور عمیق علم ہے تو عوام الناس کو اپنے علوم سے مستفید کیوں نہیں کرتے؟ اور تمہارے عوام کو یہ کہنے کے لیے ہم یہاں مصر میں آئے ہیں کہ جب پوری دنیا کے بہترین اصحاب علم اور ارباب علم تمہارے ملک میں موجود ہیں توتم ان کے علوم سے فائدہ کیوں نہیں اٹھاتے ہو؟ یہ تشفی بخش جواب سن کر وہ لوگ خاموش ہوگئے، اور آپ کی جماعت کا خوب ساتھ دیا، مگر اولاً تھوڑی تکالیف پیش آئیں مثلاً: آپ کے متعلق کسی دوسرے مذہب کے داعی اور مبلغ ہونے کا شبہ تھا، دوسرا شبہ یہ تھا کہ آپ عربی بہت اچھی بولتے تھے، تو اس پر بھی شبہ رہا؛ مگر ہر وقت مدد خدا شامل حال رہی، جیسا کہ ایک مرتبہ پولس نے گرفتار کرلیا، اور تھانہ میں لے جاکر بٹھادیا، ایک گھنٹہ تک تھانہ کے افسر نے آپ سے گفتگو کی، مگر اس کو اطمینان نہ ہوا، اس نے اپنے بڑے افسر کو فون کیا، آپ نے ہمت کرکے پولس کو کہا لائیے ریسیور مجھے دیں، میں آپ کے افسر سے بات کروں، آپ نے اس بڑے افسر سے ۱۵ منٹ بات فرمائی، اس افسر نے کہا آپ یہ آپ کے سامنے جو افسر ہے اس کو دیجیے، آپ نے فون اس افسر کو دیا، تھوڑی دیر بات چیت کے بعد فون رکھ دیا گیا، اور افسر اپنے کام میں لگ گیا، آدھا پونہ گھنٹہ گزرا تھا، کہ وہ افسر تھانہ میں آیا اور سلام کیا، اور اپنے ماتحت افسر سے کہا أنا ضامن بهذا الرجل، میں اس شخص کا ضامن وذمہ دار ہوں، پھر اس نے آپ کی طرف متوجہ ہوکر کہا جئت اليك من مسافة بعيدة من ثلاثين كيلو مترا، میں آپ کے لیے بہت دور سے آیا ہوں جس کی مسافت ۳۰ کلومیٹر ہے، پھر اسی

افسر نے آپ کو اپنی گاڑی میں بٹھایا، اور مسجد میں آکر چھوڑ گیا، اور اپنا فون نمبر دیا اور کہا کہ کہیں بھی آپ گرفتار ہو جائیں، تو اس نمبر پر رابطہ قائم کرنا۔

کچھ دنوں کے بعد پھر کسی چغل خور نے تھانہ میں شکایت بھیجی کہ شیخ یعقوب جو وفد لے کر آئے ہیں، اس پر ہم کو اطمینان نہیں ؛ چنانچہ آپ بعد نماز عشاء مسجد میں سونے کی تیاری کر رہے تھے کہ ایک پولس مسجد میں آیا، اور مؤذن صاحب سے کہا، اس جماعت کو ابھی ہی مسجد سے باہر نکال دو، اور ہم شیخ یعقوب کو گرفتار کرنے آئے ہیں، اور پولس نے مؤذن سے یہ بھی کہا کہ اگر اس جماعت کو مسجد میں ٹھہرایا ؛ تو تو بھی جیل کے لیے تیار رہیو، پھر پولس آپ کو تھانہ لے جانے لگا، چونکہ کچھ ہی دنوں میں آپ نے اپنی شیریں زبان سے عوام اور علماء کو اپنی طرف مائل کر لیا تھا، لہٰذا لوگ آپ کو عقیدت ومحبت سے دیکھتے تھے ؛ مگر اتنی ہی عوام پولس سے خائف ومتنفر رہتے تھے، مؤذن صاحب آپ کو پولس کے ساتھ جاتا ہوا دیکھ کر زار وقطار رونے لگے ؛ آپ نے مؤذن صاحب کو دلاسا دیا، اور کہا انا اجیئ فی ساعۃ میں ابھی ہی واپس آجاؤنگا، مؤذن صاحب نے قدر اللہ ذلک، ولکننا نخاف تجیئ میتاً اللہ تعالیٰ ایسا ہی کرے، ہمیں تو آپ کی زندگی کا خطرہ ہے کہ آپ واپس زندہ کیسے آئیں گے ؟ آپ پولس کے ساتھ تھانہ پر گئے، باہر دو آدمی بیٹھے ہوئے تھے، آپ آفس میں گئے، اور تھوڑی دیر بات چیت ہوئی، پھر آپ نے اسی افسر کو فون لگانے کے لیے کہا، فون ملا دیا، اور اپنی گرفتاری کا ذکر اس بڑے افسر سے کیا، اس افسر نے کہا فون اس پولس کو دیجیے جو آپ کے سامنے ہے، آپ نے فون پولس کے حوالہ کیا، آپ کہتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں ہوا کہ اس افسر نے کیا کہا ؟ مگر انداز یہ ہے کہ اس نے اس پولس سے یہی کہا کہ یہ آدمی بالکل بے قصور ہے، جس مسجد میں یہ قیام پذیر ہے، صحیح سلامت ابھی ہی اس کو گاڑی کے ذریعہ رکھ آؤ، چنانچہ وہ پولس خود اٹھا، اور رات ۱۱ بج چکے تھے، اور کہا چلو میرے ساتھ، اور آپ سے اس نے کہا گاڑی میں آگے بیٹھ جاؤ، آپ آگے کی سیٹ پر بیٹھ گئے، اور تھوڑی ہی دیر میں وہ مسجد کے پاس آکر آپ کو چھوڑ گیا، جب آپ مسجد میں داخل ہوئے تو آپ کو صحیح سالم دیکھ کر امام صاحب اور مؤذن صاحب بہت خوش ہوئے اور دو تین گھنٹہ تک دونوں آپ سے باتیں کرتے رہے، اور ان کو یہ معمہ ہی سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ غیر ملکی ہندی عالم ہمارے پولس تھانہ سے کیسے صحیح سالم بچ آئے ؟ اور امام صاحب بار بار یہ جملہ دہراتے رہے ان اللہ معک آپ کے ساتھ خدا کی مدد ہے۔

پھر کچھ مدت کے بعد آپ کے ساتھیوں کی معلومات اور ویزا وغیرہ کی صحیح رپورٹ پیش کرنے کے لیے آپ کو تھانہ میں بلایا گیا، اور چونکہ یہ کوئی کیس وغیرہ کا معاملہ نہ تھا ؛ لہٰذا تھانہ دار نے آپ کو کہا آپ اپنے دن بھر کے سارے کام کر کے عشاء کی نماز کے بعد تھانہ پر آنا، آپ بعد نماز عشاء پولس اسٹیشن پہنچے، اس نے آپ سے باتیں کی، اس درمیان اس نے پوچھا لماذا جئتم الی مصر ؟ تم لوگ مصر کیوں آئے ہو ؟ آپ نے دیکھا کہ اس کا دماغ ٹھیک ہے تو آپ نے کہا کہ آپ اپنے عملہ کو میرے سامنے جمع کریں تو میں سب کے سامنے اس کی تفصیل اور وجہ بیان کر سکتا ہوں، چونکہ وہاں ۱۰ / ۱۲ پولس کے آدمی جو سب ہی مسلمان تھے موجود تھے، آپ نے ان کے سامنے چھ نمبر کے دائرہ میں رہ کر ایمان واعمال کی تقریر کی جس میں آیات واحادیث کو شامل کیا تھا، آپ کا یہ وعظ سن کر سب ہی پولسوں نے عہد کیا کہ ہم کبھی بھی نماز نہ ترک کریں گے۔

اردن میں

ایک مرتبہ آپ کی جماعت اردن میں تھی اور وہاں فدائین اور پولس کے درمیان جنگ چھڑ گئی، اور دونوں میں لڑائی گھمسان کی ہورہی تھی، ظہر کی نماز کے بعد سے شروع ہوکر مغرب کی نماز کے بعد تک چلی، امام صاحب نے نماز سے پہلے اعلان کیا کہ صلوا صلاۃ المودع زندگی کی آخری نماز پڑھ لو، آپ کے ساتھیوں نے نوافل کے بعد آپ سے بہت الحاح واصرار سے کہا کہ ابھی ہی مرکز پر چلو، یہاں تو اپنی جان کو سراسر خطرہ میں ڈالنا ہے، آپ نے کہا ہم امام صاحب سے مشورہ کر لیتے ہیں، امام صاحب نے سختی سے منع کردیا کہ آپ ساتھیوں کو سمجھائیں کہ شہر میں ابھی جنگ بند نہیں ہوئی ہے، مسجد سے باہر نہ نکلیں، مگر ساتھیوں نے آپ کو پریشان کر دیا، تو آپ سب کو لے کر جانے کے لیے نکلے، تو کوئی گاڑی والا بٹھانے کو تیار نہیں تھا، کوئی رحم دل آدمی اپنی گاڑی روک کر کہتا کہ آپ لوگ کسی مکان میں پناہ پکڑ لو، یہ اپنے آپ کو خطرہ میں ڈالنا ہے، بالآخر ایک گاڑی والے نے اپنی گاڑی کھڑی کی، اور کہا بیٹھنا ہو تو بیٹھ جاؤ؛ مگر ہم میں سے کسی کی جان سلامتی میں نہیں ہے، چنانچہ سب ساتھی موٹر میں بیٹھ گئے، گاڑی والے نے آپ کو آگے بٹھایا، چونکہ آپ عربی جانتے تھے، وہاں سے چلے، آگے چلے تو ایک آدمی نے گاڑی روکی، اور آپ کے سینہ پر بندوق رکھ دی، اور پوچھا من انت تم کون ہو؟ چہرہ پر لائٹ مار کر آپ کو پہچاننے کی کوشش کی، اس کا شک دور ہو گیا کہ یہ تو کوئی اجنبی آدمی ہے، اسی طرح کل دس جگہ آپ کی گاڑی روکی گئی اور اس طرح کا معاملہ پیش آتا رہا، بالآخر مرکز پہنچ گئے، بفضلہ تعالیٰ کسی نے بھی آپ کو نقصان نہیں پہنچایا، اور زندہ سلامت رہے۔

دوبارہ مصر میں

آپ ایک مرتبہ جماعت میں مصر گئے، اور آپ کا یہ دورہ حکومت مصر کے لیے اور مصر کے عوام کے لیے بہت ہی معنی خیز اور نتیجہ آور تھا، آپ اپنی شیرینی اور جادوئی زبان سے لوگوں کا دل جیت لیتے تھے، چنانچہ جہاں بھی بیان ہوتا اور تشکیل کرتے تو ۸۰ / ۹۰ اخوانی برادران آپ کے ساتھ ۳ / ۳دن یا ۱۰ / ۱۰ دن، جماعت میں آپ کے ساتھ شریک ہوجاتے، اور اس درمیان آپ نے اخوانی برادروں کے جذبات اور حکومت مصر اور حاکم مصر جمال عبد الناصر کے خلاف جو اشتعال اور ان کی برہمی تھی اس کو بچشم بصیرت دیکھا، اور معاملہ کی نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے آپ نے اخوانی رفقاء کار سے کہا جبکہ اس مدت میں مصر میں الیکشن ہونے جا رہا تھا تو آپ نے اخوانیوں سے کہا جو جمال عبد الناصر کے پکے دشمن اور کھلے باغی تھے؛ مگر آپ نے ان کو سمجھایا، اور جو اخوانی رفقاء آپ کے ساتھ جماعت میں تھے، ان کے پاس جمال عبد الناصر کو ووٹ دلائے، اور ادھر آپ کا مقصد یہ تھا کہ مصر میں دعوت وتبلیغ کا کام جم جائے، اور آنے والی جماعتوں کے بارے میں جمال عبد الناصر اور دیگر حکام مطمئن ہوجائیں، اور ویسے بھی جمال عبد الناصر کے گماشتے اور سی آئی ڈی آپ کی جماعت میں بار بار آکر جماعت کی کارکردگی پر نظر رکھتے تھے، چنانچہ ایک آدمی نے آپ کو تنہائی میں کہا بھی کہ آپ کا یہ کارنامہ ہے جو آپ نے اِن اخوانیوں کے پاس عبد الناصر کو ووٹ دلائے، اور میں جمال عبد الناصر کا خاص آدمی ہوں، اور میں نے جمال عبد الناصر کے سامنے یہ تمہارے حالات رکھے، اس کی وجہ سے وہ آپ لوگوں سے بہت خوش ہے، اور بالخصوص آپ سے تو بہت ہی خوش ہے، بلکہ ایک مرتبہ جمال عبد الناصر نے یہ کہلا بھیجا کہ میں آپ کی خاص ملاقات کرنا چاہتا ہوں؛ مگر اس کا موقع نہیں آیا، اور جمال عبد الناصر نے یہ پیغام بار ہا پہنچایا

کہ آپ کا پاسپورٹ ہمارے حوالہ کردو، ہم آپ کا ویزا دو سال تک بڑھا دیتے ہیں؛ مگر آپ جماعت کے ایک وفادار مبلغ اور ساتھی بن کر گئے تھے؛ لہٰذا آپ وقت پورا ہونے پر واپس دہلی تشریف لے آئے، جمال عبدالناصر نے ایک مرتبہ یہ بھی کہلا بھیجا کہ آپ کے ٹھہرنے کی وجہ سے حکومت میں اور اخوانیوں میں اختلافات ختم ہو جائیں گے، آپ مصر کے قیام کا ارادہ کرلیں، آپ کے قیام بلکہ شادی کا نظم بھی ہم کرلیں گے، آپ کی یہ آمد مصر کے لیے سرخ روئی کا باعث ہے، شاید یہی وجہ ہے کہ آپ جمال عبدالناصر کے بڑے مداح اور ثناء خواں ہیں، آپ کے احوال کچھ ہی دنوں میں وہاں مشہور ہو چکے تھے کہ یہاں مصر میں ایک ہندی عالم آئے ہیں، جو بہت اچھی تقریر کرتے ہیں، وہ لوگوں میں دینی بیداری کے خواہاں ہیں، انہی وجوہ سے آپ کو وہاں کے جلسوں میں بطور خاص مدعو کیا جاتا، اور اسٹیج پر آپ کے بیٹھنے کا نظم ہوتا، شیخ ازہر جو مصر میں نائب وزیر کے مقام کا حامل سمجھا جاتا ہے، وہ بھی آپ کو جب کہ آپ کی عمر صرف ۲۹ سال تھی، اپنے پاس بٹھاتے، اور بعض علماء مصر آپ کے بیان کے بعد آپ کی پیشانی پر بوسہ دیتے تھے، بلکہ جو خالص نجی ملاقات (میٹنگ) ہوتی تو وہاں کے علماء بطور خاص آپ کو دعوت دیتے؛ مگر وہ اکثر میٹنگیں سیاسی رخ کی ہوتی تھیں؛ لہٰذا آپ اصول دعوت کا خیال رکھتے ہوئے ان میں شرکت نہ کرتے، ایک مرتبہ انٹلجنٹ اور مفکرین آئے تھے، اور یہ گفتگو اور ملاقات بھی سیاسی تھی، آپ کو بھی اس خاص میٹنگ میں شرکت کی دعوت پیش کی گئی، اس کا موضوع تھا اسلحہ کی خریداری اور اس کی کیا ضرورت ہے؟ آپ سے بھی فرمائش کی گئی، آپ نے دعوت تبلیغ کے اصول وہدایات کی روشنی میں اس میٹنگ میں شرکت سے انکار کردیا، اور اپنے دعوتی مشاغل کا عذر پیش کیا، مگر شہر کے ایک بڑے عالم ان کا نام بھی آپ کے ہمنام تھا شیخ یعقوب (بہت ہی متقی اور محقق عالم تھے، ازہر کے چیدہ اور چنیدہ مشائخ میں ان کا شمار تھا، اور وہ دعوت سے بہت متأثر اور اس کے مؤیدین میں سے تھے)، ان کے واسطہ سے آپ پر شرکت کا دباؤ ڈالا گیا، اور آپ نے اس میٹنگ میں شرکت کی، اس میٹنگ میں قابل ذکر بات یہ تھی کہ رکن مجلس نے کہا کہ جو قاتل ومہلک بم عزرائیل کے پاس ہیں وہ ۱۰۰ ہیں، اور ہمارے پاس ایک ہے، اور فائٹر پلین عزرائیل کے پاس ۵۰ سے زیادہ ہیں، ہمارے پاس ایک بھی نہیں ہے؛ لہٰذا ہمیں یہ ہتھیار خریدنا ضروری ہے، اور اسی لیے ہمیں ان یہود ونصاریٰ سے تعلق رکھنا ضروری ہے؛ ورنہ ایک طرف دشمن قوی سے قوی تر ہوتا جارہا ہے، اور دوسری طرف ہم اہل اسلام ضعیف سے ضعیف تر ہوتے چلے جارہے ہیں، آپ کی مقبولیت کی وجہ سے آپ کو وہاں کے ہر مہتم بالشان امر میں شرکت کی دعوت دی جاتی تھی، بالخصوص کلیدی امور میں؛ مگر اس ایک مجلس کے سوا آپ نے وہاں کی کسی سیاسی مجلس میں شرکت نہیں کی، ہاں البتہ خطاب عام اور عمومی دینی حلقے وہاں منعقد ہوتے ان میں خاص طور پر شرکت فرماتے۔

لطیفہ

جب مصر گئے تو آپ کی اپنے استاذ شیخ عبدالوھاب مصری صاحب رحمہ اللہ سے ملاقات ہوئی تو استاذ محترم نے فرمایا کہ یعقوب آپ یہاں؟ آپ نے جواب دیا کہ دعوۃ وتبلیغ کے سلسلہ میں آیا ہوں، پھر گھر پر چائے پانی ہوا، تو آپ کے استاذ نے فرمایا کہ یعقوب! جب آپ گجرات جائیں تو مل کر جانا، میں ایک ڈاکٹر دوں گا وہاں عورتوں کی ختنہ کرانے کے لیے، تو آپ ہنس پڑے اور آپ نے معذرت کردی کہ لوگ وہاں کیا کہیں گے؟

مکہ معظمہ میں گرفتاری

آپ دوسرے بیرون سفر: عراق، بغداد، بصرہ، وغیرہ شہروں میں بغرض دعوت تشریف لے گئے، آپ ممبئ پہنچے، جماعت تیار تھی؛ مگر آپ کے پاس جانے کا مکمل خرچ نہ تھا، صرف ۵۰۰ روپے تھے جو گھر سے والد صاحب نے دیے تھے، اور بغداد جانے کا خرچ ۱۶۰۰ روپے تھے، صابوصدیق مسافر خانہ میں ایک امیر صاحب سے ایک ساتھی نے ملاقات کروائی، اور اُن امیر صاحب سے قرض حسنہ لینے کا مطالبہ کیا، آپ کے چہرہ کو دیکھتے ہی ان امیر صاحب نے جیب میں ہاتھ ڈالے اور ۱۰۰ / ۱۰۰ کے گیارہ نوٹ آپ کو دیے، اور کہا کہ آپ کی فرصت پر یہ قرض دیدینا، آپ بغداد روانہ ہوئے، چونکہ ٹکٹ تھرڈ کلاس کا یعنی بالکل سستا تھا، جہاز پر سوار ہوئے، بغداد آنے سے پہلے پہلے سخت بارش شروع ہوگئی، کپتان نے اعلان کردیا کہ اب جہاز آگے نہیں چلےگا، بارش بہت ہے، آپ کی جماعت کے ۸ رفقاء جہاز کے کٹھرے میں تھے، بارش کے ساتھ سخت سمندری طوفان بھی تھا، جب طوفان چلتا تو جہاز ٹیڑھا ہوجاتا، اور اتنا جھک جاتا کہ ایسا لگتا کہ اب جہاز اُلٹ پڑےگا، تین دن تک یہی حال رہا، اور سخت طوفان کی وجہ سے جہاز میں جو کمرے تھے وہ بھی سب نے بند کرلیے تھے، اور جماعت کے ساتھی اسی کٹھرے میں پیشاب پاخانہ بھی کرلیتے تھے، کھانے پینے کے تو ہوش حواس نہ رہے تھے، اور جب سخت طوفانی ہوا کے جھونکے کی وجہ سے جہاز ٹیڑھا ہوجاتا تو یہ سب رفقاء اسی گندگی میں گر پڑتے، مکمل تین دن کے بعد جب بارش بند ہوئی، اور ہوا میں اعتدال آیا؛ تب جہاز آگے چلا، بغداد اور اس کے اطراف میں وقت پورا کیا، اور اسی دوران حج کا وقت آیا تو چونکہ ممبئ سے بغداد سمندری راستہ سے چلے تھے تو مکہ جانے کے لیے بھی سمندری راستہ سے جانا قانوناً ضروری تھا؛ مگر وہ سفر مہنگا تھا؛ اس لیے آپ ویزا لے کر خشکی کے راستہ سے مکہ کی طرف روانہ ہوئے، جدہ میں تفتیش ہوئی، تو قانوناً خلاف ورزی ثابت ہوئی؛ لہٰذا آپ کو گرفتار کرکے پاسپورٹ لے لیا، آپ جدہ سے مکہ معظّمہ آگئے، اور چار ماہ تک وہیں قیام کرنا پڑا، آپ نے وہاں بعض لوگوں سے مل کر سفارش کی بات کی، تو وہ لوگ دو جواب دیتے، ایک جواب یہ دیتے کہ یہاں ہم کسی کو ٹھہرنے نہیں دیتے،، آپ کو یہ سعادت ملی ہے کہ آپ مکہ معظّمہ میں ہیں، اور ہم آپ کو جیل میں نہیں رکھتے؛ بلکہ حرم میں رہنے کی اجازت دیتے ہیں، تو آپ کہتے کہ لیس عندی فلوس الشائ میرے پاس چائے پینے کے پیسے نہیں، اور زندہ رہنے کے لیے تو کھانا پینا ضروری ہے، دوسرا جواب قانونی خلاف ورزی کرنے کا دیتے کہ آپ نے جدہ آنے کا ویزا من طریق البر لگوایا تو آپ کو قانونی لحاظ رکھنا ضروری تھا کہ من طریق البحر یعنی سمندری راستہ سے جدہ آتے، آپ نے ویزا کیسے لگوایا؟ یہ بہت بڑی قانونی مخالفت ہے، فسادی لوگ ملک میں اسی طرح داخل ہوتے ہیں، اس پوری مدت میں کبھی بھی اللہ تعالیٰ نے بھوکا پیاسا نہیں رکھا، ایک حاجی صاحب آتے اور روزانہ صبح میں چائے ناشتہ کرادیتے، اس گرفتاری میں آپ کو اجازت تھی کہ آپ چاہیں تو مکہ میں رہیں، اور چاہیں تو مدینہ منورہ میں چنں، انچہ ڈیڑھ ماہ کا عرصہ مدینہ منورہ گزارا، پورے دن حجرہ شریفہ کے پاس بیٹھے بیٹھے گزاردیتے، پھر رات کو وہیں حجرہ شریفہ کے پاس اور ریاض الجنہ میں سوجاتے، یہاں بھی ایک بندۂ خدا روزانہ آپ کو چائے ناشتہ کرادیتا، پھر وہاں سے مکہ معظّمہ تشریف لائے، پھر جیل والوں سے بات کی تو آپ کو پاسپورٹ اور ویزا دیا گیا، جبکہ جماعت وہیں بغداد سے وقت گزار کر ہندوستان آچکی تھی، اور آپ اپنا پاسپورٹ وصول ہونے کے بعد ہندوستان تشریف لائے، اور اس طرح آپ کا وقت جماعت میں ۶ ماہ سے زیادہ ہوگیا۔

بیت المقدس میں امامت

آپ نے عالم عرب میں دعوت وتبلیغ کی مناسبت سے ۲۲ ماہ کا طویل عرصہ گزارا، جس میں عالم عربی کے اکثر ممالک کا دورہ فرمایا، جن میں سعودی عرب، عراق، شام، اردن، عمان، عدن، ایران، مصر، بحرین، فلسطین وغیرہ جیسے ملکوں کا نام ذکر کیا جاسکتا ہے، آپ ایک مرتبہ دورہ کرتے ہوئے ۱۳۸۹ھ مطابق ۱۹۶۹ء میں فلسطین تشریف لے گئے، اور بیت المقدس بھی آپ کی جماعت پہنچی، وہاں بہت دنوں تک آپ کا قیام رہا، اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک خوبی یہ نصیب فرمائی ہے کہ آپ حلاوت لسانی اور لطافت طبع سے ہر کس وناکس کا دل موہ لیتے تھے، بیت المقدس میں بھی یہی صورت حال پیش آئی، ایک دو دن کے بعد سے ہی وہاں کے امام صاحب نے جو حکومت فلسطین کی جانب سے مقرر ہوتے تھے درخواست کی کہ آپ جہری نماز میں امامت کرائیں، آپ نے اس کو اصول دعوت کے خلاف ورزی پر محمول کیا، اور نماز پڑھانے سے انکار کیا، دوسرا یہ بھی خدشہ تھا کہ یہ امام حکومت فلسطین کی جانب سے مقرر کردہ ہے، اگر کوئی ہمارے خلاف احتجاج کرے تو نقصان امام صاحب کو بھگتنا ہوگا؛ لہٰذا آپ انکار کرتے رہے، ایک مرتبہ عشاء سے پہلے ہی امام صاحب آئے، اور درخواست کی اور یہ بھی ذکر کیا کہ یہ ہمارا قبلۂ ثانی ہے، حرم مکی کے بعد اس کا مقام ہے، زندگی بھر آپ کو اس نعمت سے متمتع ہونے کا احساس رہے گا کہ میں نے شدرحال کی ایک مسجد میں امامت کرائی ہے؛ مگر آپ اپنی سادگی وتواضع کی وجہ سے رضامند نہ ہوئے، امام صاحب اب بھی بضد تھے کہ لابد ک ان تؤمنا آپ کو ہماری امامت کرانا ضروری ہے، آپ نے جان چھڑانے کے لیے اپنے ترکش کا آخری تیر پھینکا انا مسافر وعندالاحناف الرکعة الثالثة والرابعة نفل فکیف اؤم فیھما فرائضکم میں مسافر ہوں، اور بقول احناف مسافر کی رباعی نماز میں پہلی دو رکعت فرض ہیں، اور آخری دو رکعت نفل ہیں، میں ان میں تمہارا امام کیسے ہوسکتا ہوں؛ مگر پھر بھی آپ کو امامت کرانے پر جبر کیا، اور جب مکبر نے تکبیر کہہ دی تو امام صاحب نے آپ کو زبردستی مصلی پر کھڑ کردیا، پھر آپ نے نماز عشاء پڑھائی، اور لوگوں میں کسی قسم کا کوئی انتشار نہیں ہوا۔

انڈونیشیا میں

ایک مرتبہ آپ کی تشکیل کرکے مدراس روانہ کیا گیا، آپ مدراس پہنچے ہی تھے کہ سخت ٹائی فائیڈ ہوگیا، ضعف اس قدر کہ تھا کہ مردہ نعش کی طرح آپ کو اٹھا کر ڈاکٹر کے پاس لے جایا گیا، ڈاکٹر نے دیکھتے ہی جانچ کی، اور رپورٹ دی کہ صرف دو دن کی زندگی باقی ہے، چونکہ جماعت بن چکی تھی، اور روانگی کی مکمل تیاری ہوگئی تھی، جو ساتھی آپ کو لے کر گئے تھے، انہوں نے کہا اچھا! جو دوائی ان کے لیے مفید ہے، وہ دیدو، ڈاکٹر نے کہا اب دوائی سے کام نہیں چلے گا، آخری ڈگری کا ٹائی فائیڈ ہے، ساتھیوں نے پھر اصرار کیا، اس ڈاکٹر نے ہاسپٹل کے دوسرے ڈاکٹروں کو بلا کر دکھایا، سب نے یہی رپورٹ دیا، رفقاء جماعت نے پھر بھی دوائی کا مطالبہ کیا ا / ۲ گولی ۱۵ دن کے لیے خرید لی گئی، جہاز میں بھی ویسی ہی حالت تھی، مردہ نعش کی طرح اٹھا کر سوار کرایا گیا، اسی حالت میں انڈونیشیا پہنچے، وہاں پہنچتے ہی حواس واعضاء میں طاقت بامر خداوندی پیدا ہونی شروع ہوئی، آپ کی جماعت نے جم کر چار ماہ لگائے، اور دعوت وتبلیغ کا سنگ بنیاد آپ نے ہی رکھا، حکومت وقت نے اس کام کی بڑی قدر وقیمت کی، اور ملک انڈونیشیا میں دعوت کا کام شروع ہوگیا، آپ امیر جماعت تھے، حکومت

نے آپ کو دو سال تک ٹھہرنے کی پرمیشن دی؛ مگر آپ نے اس کو قبول نہ فرمایا، وہاں ایم بی سی میں آپ کا نام لکھ کر یہ نوٹ لکھا گیا ہے کہ یہ آدمی جب بھی انڈونیشیا کا ویزا طلب کرے فوراً اس کو ویزا دے دی جائے۔

ممبئی ایم بی سی سے بلاوا

۱۴۱۵ھ مطابق ۱۹۹۵ء میں ممبئی ایم بی سی سے آپ کے نام ایک خط آیا کہ آپ ہماری ملاقات کریں، آپ ممبئی ایم بی سی پر حاضر ہوئے، اور کچھ معلوم نہیں تھا کہ کیا معاملہ ہے؟ آپ کو کیوں طلب کیا گیا؟ خدا کی قدرت آپ اپنے سب پرانے پاسپورٹ لے کر حاضر ہوئے، آپ کا نام پکارا گیا، آپ آفس میں تشریف لے گئے، افسر نے کرسی پر بیٹھنے کی فرمائش کی، اس کے بعد افسر نے ایک بہت بڑی فائل نکالی، اور آپ سے پوچھا کہ اگر آپ کا مزاج ٹھیک اور درست ہو، اور آپ کو کوئی تکلیف نہ ہو تو ایک سوال ہمیں کرنا ہے؟ آپ نے فرمایا میرا مزاج بالکل ٹھیک ہے، آپ کو جو سوال کرنا ہو کیجیے، اس نے پہلا سوال یہ کیا کہ آپ کتنے سالوں سے بیرون ملکوں کا سفر کرتے ہو؟ آپ نے برجستہ جواب دیا فرسٹ جنوری، نائنٹن، سکسٹی فایو، ۱/جنوری ۱۹۶۵ء سے میں بیرون ملکوں میں آمدورفت کرتا ہوں، افسر نے کہا اس کی کوئی دلیل وثبوت ہے؟ فرمایا دیکھیے یہ میرے ہی پاسپورٹ ہیں، اور تھیلی میں سے ۴ پاسپورٹ نکال کر اس کے سامنے رکھ دیے، اس نے بہت غور سے تمام پاسپورٹ کو دیکھا، اور اس کے پاس جو فائل تھی، وہ فائل بند کردی، اب افسر کی باچھیں کھل چکی تھیں، اس نے نہایت انبساط وسکون سے کہا آپ پر کسی نے خواہ مخواہ کی شکایت کی ہے، اور اس فائل میں اس شکایت کنندہ کی تمام شکایت محفوظ ہے، اس نے شکایت میں یوں کہا ہے کہ آپ منشی اشیاء کا کاروبار کرتے ہیں، آپ نے بے ساختہ کہا سبحان اللہ! میں نے تو زندگی بھر اس کو دیکھا بھی نہیں ہے، اور کسی سے سنا بھی نہیں ہے، یہ (DRUGS) کیا چیز ہوتی ہے؟ افسر نے کہا جب تم تیس ۳۰ سال سے بیرون ملکوں کا سفر کرتے ہو تو اس کا قوی احتمال ہے، کسی نے تمہارے ساتھ حسد کی وجہ سے یہ شکایت کی ہے، ہماری تحقیق وتفتیش کے مطابق آپ بالکل بے گناہ ہیں، اور افسر نے کہا میں آپ کو ایک نصیحت کرتا ہوں، اور ایک انعام دیتا ہوں، میری نصیحت یہ ہے کہ جب بھی آپ کسی ملک کا سفر کریں، یا برطانیہ کا سفر کریں، تو کمرہ میں اکیلے ہی سونا، اور اپنے سامان کی خوب حفاظت کرنا، خصوصاً جبکہ آپ کو کوئی ملنے آئے تو دیکھتے رہنا کہ وہ ملنے والا آپ کا کوئی دشمن نہ ہو، اور آپ کے پاس یا آپ کے سامان میں براؤن سوگر یا کوئی (DRUGS) ڈال دے، میری اس نصیحت کو یاد رکھنا، دوسرا آپ کو انعام یہ دیتا ہوں کہ آپ کے نام کو ہماری خصوصی فائل میں شامل کرلیتا ہوں، کہ یہ شخص بالکل کلیر اور صاف ہے، بے داغ ہے، اس کے بعد بھی آپ نے ۱۰ مرتبہ برطانیہ کا سفر فرمایا، اور الحمدللہ سارے سفر میں کوئی تکلیف پیش نہیں آئی۔

دریاءِ نربدا سے تاپی تک

اقتباس: دریاءِ نربدا سے تاپی تک مصنفہ مولانا سرفراز بن مولانا عثمان صوفی (استاذ دارالعلوم کنتھاریہ)

تاریخِ کتابت: ۲۶ شعبان المعظم ۱۴۴۱ھ مطابق ۲۲ اپریل ۲۰۲۰ء

لاک ڈاؤن کے بتیسویں دن بروز چہارشنبہ